مملکتِ اسلامیہ کا سربراہ کیسا ہونا چاہیئے؟

دینِ اسلام کے خدّوخال

مصنّفہ

امام المناظرین حضرت علامہ صوفی محمد اللہ دتّا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ناشر

اِدارہ اشاعتُ العلوم انفان سٹریٹ وسن پورہ لاہور پاکستان

مملکتِ اسلامیہ کا سربراہ کیسا ہونا چاہیئے؟

دینِ اسلام کے خدّوخال

مصنّفہ

اِمام المناظرین حضرت علامہ صوفی محمد اللہ دتّا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ناشر

اِدارہ اشاعتُ العلوم افغان سٹریٹ وَن پورہ لاہور پاکستان

نام کتاب ـــــــ دینِ اسلام کے خدوخال

مصنّف ـــــــ امام المناظرین حضرت علامہ صوفی محمد اللہ دتا صاحب علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

کتابت ـــــــ ذاکر حسین باجوہ

اشاعت ـــــــ ششم، اکتوبر ۱۹۸۸ء

تعداد ـــــــ اشاعت اوّل تا پنجم ۔ آٹھ ہزار (۸۰۰۰)

ششم : پانچ ہزار (۵۰۰۰)

ھدیہ :- ایصالِ ثواب بحق قبلہ صوفی محمد اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (مصنف کتاب ہٰذا)

اور

دُعائے خیر بحق معاونین اِدارہ

نوٹ

بیرُون جات کے حضرات مبلغ دو روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیجکر مندرجہ ذیل جگہوں سے مُفت حاصل کریں۔

(۱) اِدارہ اشاعت العلوم افغان سٹریٹ وسن پورہ لاہور کوڈ ۵۴۹۰۰

(۲) اِدارہ غوثیہ رضویہ کرم پارک مصری شاہ لاہور ۔ کوڈ ۵۴۹۰۰

تعارف بانئ ادارہ اشاعت العلوم

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم۔

امابعد:۔ عام طور پر تو یہی دیکھا جاتا ہے کہ جو مناظر ہو وہ صوفی نہیں ہوتا اور جو صوفی ہو وہ مناظر نہیں ہوتا کیونکہ اِن دونوں کمالات کے اندر فطری طور پر ایک فرق موجود ہوتا ہے۔ لیکن پروردگارِ عالم نے حضرت مناظرِ اسلام، مولانا صوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵ء) میں اِن دونوں خوبیوں کو جمع کر دیا تھا۔ وہ جہاں فطری طور پر ایک بلند پایہ مناظر تھے۔ وہاں طبعاً ایک صوفئ باصفا اور شیخ طریقت بھی تھے۔ سرمایۂ ملت کی نگہبانی میں جہاں وہ گفتار کے غازی تھے وہاں حق و صداقت کے چلتے پھرتے مبلغ یعنی کردار کے ایسے غازی تھے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی منہ بولتی تصویر نظر آتے تھے۔ یہ خوبی آج بھی ان کے عقیدتمندوں کے اقوال و افعال پر اپنا سکہ جمائے ہوئے ہے۔

پیدائش محترم صوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۳۴۹ھ / ۱۹۲۹ء میں مشرقی پنجاب کے اندر لدھیانہ چھاؤنی میں پیدا ہوئے۔ وہیں کے آریہ ہائی سکول سے میٹرک تک تعلیم حاصل کی، کچھ عرصہ محکمہ ٹیلی فون میں ملازمت کی اور پھر تجارت میں اپنے والدِ محترم میاں مہرالدین صاحب کا ہاتھ بٹانے لگے۔ قیامِ پاکستان کے بعد آپ کا گھرانہ ضلع گوجرانوالہ میں آگیا یعنی قصبہ قلعہ دیدار سنگھ کے پاس موضع ڈیوڑھی وڑا بیچ میں سکونت اختیار کی۔ یہاں کچھ عرصہ آپ اپنے والدِ محترم کا کاشتکاری میں ہاتھ بٹاتے رہے اور والدِ ماجد کا اُسوقت ذریعۂ معاش یہی تھا۔

حصولِ علم والدِ محترم کے حکم سے آپ دینی علوم حاصل کرنے کی غرض سے شیخوپورہ میں وارد ہوئے ایک روز وہاں کے مفتی عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دیکھا اور پہچان لیا کہ یہ تو گوہر یکتا ہے مفتی صاحب آپ پر خصوصی مہربان ہو گئے اور آپکو صوفی صاحب کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے مفتی صاحب کے دولت خانے پر ایک روز سلسلہ نقشبندیہ

مجددیہ کے معروف بزرگ حاجی محمد اکبر نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور ان کی نظر کیمیا اثر نے حضرت صُوفی اللہ دتہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی از خود مُراد پوری کر دی کہ ان کے دِل کی کائنات ہی بدل گئی۔ گفتار و کردار کے تمام زاویے اسلامی سانچے میں ڈھل گئے اور ہر قول و فعل پر عشقِ رسُول کی چھاپ لگ گئی۔

اگر شوقِ ارادت ہے تو خدمت کر فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

کچھ عرصہ بعد مفتی عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کی التماس پر حضرت حاجی شیخ محمد اکبر نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے محترم صُوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کر لیا۔ موصوف کا آستانہ چھانگا مانگا کے قریب سنجر وال میں تھا۔ آپ نے ساڑھے تین سال مرشدِ گرامی کی خدمت میں رہ کر منازلِ سلوک طے کیے۔ پیرِ روشن ضمیر نے آپ کو جو کچھ بنانا تھا بنایا اور جہاں تک پہنچانا تھا پہنچایا اور اس کے بعد اپنے شیخِ طریقت کے حکم سے پہلے مولانا مہر محمد خاں ہمدم رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء) سے درسِ نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ اِسکے بعد لاہور کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ نعیمیہ میں داخلہ لیا۔ وہاں اِن کے اساتذہ میں حضرت مفتی اعجاز ولی خاں رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء)۔ قاضی عبدالنبی کوکب علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء) قاری محمد یوسف صدیقی صاحب اور مفتی محمد حسین نعیمی صاحبان کے اسمائے گرامی سرِفہرست ہیں۔ فنِ مناظرہ کی تربیت آپ نے پاکستان کے مناظرِ اعظم، شیرِ پنجاب حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) سے پائی اور حق تو یہ ہے کہ حضرت مناظرِ اعظم کی طرح یہ بھی میدانِ مناظرہ میں اپنی مثال آپ ہی تھے۔ ان کے مقابلے پر گمراہ گروں کے بڑے سے بڑے مناظر کے چھکے چھوٹ جاتے تھے۔

امامت و خطابت

صُوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۹۵۸ء سے دسن پورہ کی جامع مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دینا شروع کیے اور آخری دم یعنی ۱۹۸۵ء تک متواتر ستائیس اٹھائیس سال تک اُس علاقے کو رشد و ہدایت، علم و عرفان اور عشقِ رسُول کے ایمان افروز دریا سے سیراب کرتے رہے۔ آپ کے اقوال و افعال

کا رنگ آج بھی اُن سے فیض یاب ہونیوالوں پر چڑھا ہُوا صاف نظر آتا ہے۔ آپ روزانہ صبح کو قرآن مجید کا درس دیا کرتے جو علمی لحاظ سے بلند پایہ اور ایمان افروز ہونے کے باعث اہلِ محبت نے کیسٹوں کی صُورت میں محفوظ کر رکھا ہے۔ اب بھی کیسٹ لگا کر آپ کا درس متواتر سُنا جا رہا ہے اور صبح کے وقت یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا آپ بنفسِ نفیس درس دے رہے ہیں، لیکن کہاں؟ وہ تو ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۵ جون ۱۹۸۵ء کو رحمتِ خداوندی کی آغوش میں چلے گئے تھے۔

ابرِ رحمت اُن کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر میں شانِ کریمی ناز برداری کرے

عشقِ رسُول

موصوف کی تقریر جہاں علمی نکات سے بھرپور ہوتی وہاں اُس کے اندر عشقِ رسُول روحِ رواں کی صُورت میں سرایت کیے ہوئے ہوتا، چودھویں صدی کے مجددِ برحق، امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) اور میاں محمد بخش قادری جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام آپ کو بہت ہی پسند تھا۔ نعت خوان حضرات کو ہدایت کر رکھی تھی کہ وہ حدائقِ بخشش یا سیف الملوک سے اشعار سُنایا کریں، سُنانیوالے حضرات باذوق ہوتے۔

جب نعت خوانی ہوتی تو آپ آخر تک مؤدب بیٹھے رہتے اور آخر تک سر جھکائے رکھتے۔ نعت خوانی کے دوران بعض اوقات بے خود ہو جاتے اور بعض اشعار پر آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی بھی لگ جاتی۔ دراصل آپ کا دل رحمتِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے لبریز تھا اور آپ کے دل و دماغ میں سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و محبت یُوں سمائی رہتی جیسے پھُول کے اندر خوشبو اور اُسی خوشبو سے مست ہو کر زبانِ حال سے یُوں کہتے رہتے تھے۔

تیرے سوا خیالِ نبی میں تیرے نثار
سمجھا نہ کوئی دیدۂ گریاں کی گفتگو

حقیقت یہ ہے کہ جناب صُوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے سچی محبت تھی کیونکہ آپ کے نزدیک عشقِ رسول ہی جانِ ایمان ہے جیسا کہ صحابۂ کرام نے سمجھا اور ہر صاحبِ ایمان کا یہی نظریہ ہے یعنی

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اُوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

علمی ذوق

صُوفی اللہ دتّا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو علم سے بے پناہ لگاؤ اور تحقیق کا بہت ذوق تھا، جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ اگرچہ وہ مال دار نہیں تھے لیکن اُن کی ذاتی لائبریری میں لاکھوں روپے کی کتابیں تھیں، جن میں کتنی ہی نایاب کتابیں اور مخطوطے بھی ہیں۔ دینِ برحق کی تبلیغ واشاعت اور حق وصداقت کی ترویج کے لیے وہ ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے۔ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے ایسے شیدائی تھے کہ ایک جانب کتابیں لکھ کر حق کی حمایت میں مفت تقسیم کرتے رہتے اور دُوسری جانب اگر کسی بے دین سے مناظرہ کرنے کی ضرورت پیش آتی تو صُوفی صاحب ہر گمراہ گر سے مناظرہ کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ مناظرہ کے لیے وہ مناظرِ اعظم مولانا محمد عُمر اچھروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لاجواب شاگرد اور مردِ میدان تھے۔

انفرادیت

مناظرِ اسلام مولانا صُوفی اللہ دتّا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اگرچہ عُمر کے لحاظ سے بڑے یعنی عمر رسیدہ علماء میں شمار نہیں ہوتے تھے۔ لیکن علم وعمل کے لحاظ سے اُن کا شمار صفِ اوّل کے عُلماء میں ہوتا ہے بلکہ میں تو یہاں تک کہنے کے لیے تیار ہوں کہ محترم صُوفی صاحب کی طرح اپنے علم پر پورے خلوص سے عمل کرنے والے اور اپنی زندگیوں کو سُنّتِ رسُول کے سانچے میں ڈھالنے والے علماء کو اگر آج چراغ لے کر ڈھونڈیں تو نہیں ملتے۔ آخری وقت تک اُن کے قدم شریعتِ محمدیہ کی پلصراط پر ذرا نہیں ڈگمگائے۔ کوئی مصلحت، لالچ یا خوف اُنہیں حق بات کہنے سے باز نہیں رکھ سکا۔ انہوں نے حق وصداقت کی شمع کو فروزاں رکھا جس کو باطل کے جھکڑ یا آندھیاں ہرگز نہ بجھا سکیں۔

صُوفی اللہ دتّا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بفضلہٖ تعالیٰ عُلمائے کرام میں یہ امتیاز حاصل تھا کہ اُن کے قول وفعل میں تضاد نہیں تھا۔ اُن کا ظاہر وباطن ایک تھا۔ وہ عالم باعمل تھے اور اپنے خداداد علم پر ہر وقت عمل پیرا رہتے تھے۔ اُن کا ہر قول وفعل رضائے الٰہی کے لیے تھا۔ وہ

اتباعِ رسول کی منہ بولتی تصویر، اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے والے اور سنتِ رسول کی پیروی کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔

حق و صداقت کے وہ ایسے شیدائی تھے کہ کوئی مصلحت یا خطرہ انہیں حق بات کہنے سے روک نہیں سکتا تھا۔ ان کی اس روش کے باعث بیگانے تو بیگانے ہی ہیں بعض اوقات اپنے بھی ناراض ہو جاتے تھے کیونکہ کسی مصلحت کے تحت وہ زہرِ ہلاہل کو قند نہیں کہا کرتے تھے جیسا کہ سابق وزیرِ اعظم پاکستان، مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف بننے والے قومی اتحاد کو انہوں نے ناجائز قرار دیا تھا۔

منزلِ مقصود

عالمِ دین ہونا بہت بڑا کمال ہے لیکن یہ منزلِ مقصود نہیں ہے کیونکہ شیطان بھی تو بہت بڑا عالم ہے اور اہلِ سنت کے علاوہ جتنے بھی گمراہ فرقے نظر آ رہے ہیں ان کے بانی اور چلانے والے بھی تو سارے عالم ہی تھے اور ہیں، لیکن وہ سب گمراہ، بے دین اور اسلام و مسلمین کے بدخواہ ہیں۔ ایسے علماء کو علمائے سُوء اور شیطان کے مددگار شمار کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے علم پر عمل بھی کرتے ہیں لیکن منزلِ مقصود کی طرف جانے سے قاصر ہیں۔ منزلِ مقصود یہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ کا وہ علم حاصل کیا جائے جسکو اکابر نے درست قرار دیا اور اُن بزرگوں کی طرح عمل کیا جائے اور عمل محض اخلاص کے ساتھ ہو یعنی اُس سے مقصود محض اپنے پیدا کرنے والے کو راضی کرنا ہو اور کوئی دنیاوی غرض اُس کے ساتھ وابستہ نہ ہو۔

علمائے دین تو بے شمار ہیں لیکن قحط الرجال کے اِس زمانے میں اخلاص کے ساتھ عمل کرنے والے علماء اگر نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔ حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو اِس دَور کے اکثر علماء دنیاداروں اور بازاری لوگوں سے بھی چند قدم آگے ہی نکلتے ہیں۔ تقدس کے لبادوں میں چھپے ہوئے اِن مجسموں کو خدائے ذوالمنن ہدایت بخشے جبکہ یہ بزرگ جن کی بزرگی میں شک کرنا ہمارے جیسے سراپا گنہگار اور نااہل آدمیوں کو کسی صورت بھی جائز نہیں لیکن حقیقت میں وہ اپنے آپ کو اسلام کی مقدس پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ بنائے رکھنے پر بہت ہی خوش ہیں اور پھر اس خوش فہمی میں بھی مبتلا ہیں کہ چمن کی زیب و زینت ہمارے ہی دم قدم سے ہے اور علم و عمل کے دریاؤں کو عبور کر کے اب تو ہم روحانی منزلوں کو طے کر رہے

ہیں۔ یعنی :-

رہِ منزل میں سب گُم ہیں مگر افسوس تو یہ ہے
امیر کارواں بھی ہیں اُنہیں گُم کردہ راہوں میں

پہلے زمانوں میں لوگ علمی و رُوحانی ہستیوں سے جتنے قریب ہوتے اُتنے ہی اسلامی رنگ میں رنگے جاتے تھے اور مقدّس اسلام کے ساتھ اُن کا تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جاتا تھا اب اسلام کے اکثر علمبردار جو علمِ پیمبر کے وارث تو بنے بیٹھے ہیں لیکن وہ اپنے دنیاوی مفادات ہی کے محافظ بن کر گُم کردہ منزل ہو چکے ہیں، اُن کی زبانوں پر قَالَ اللّٰہُ اور قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ کے الفاظ تو ہوتے ہیں لیکن صرف کمانے کھانے کے لیے کاروباری طور پر۔ ایسی ہستیاں بہت ہی کم ہیں جن کی یہ تگ و دَو محض اللہ اور رسُول کو راضی کرنے کے لیے ہو۔

عام مسلمان جب ایسے عُلماء کے نزدیک ہوتے ہیں اور اُن کے قول و فعل کا تضاد اُن کے سامنے آتا ہے تو وہ دیکھتے ہیں اور سوچتے رہ جاتے ہیں کہ کیا یہ وہی نہیں ہیں جن کی زبانوں پر کلامِ الٰہی کی آیتیں اور رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیثِ مطہرہ جاری و ساری رہتی ہیں، لیکن عملی میدان میں یہ ہم اپنی آنکھوں سے کیا دیکھ رہے ہیں ؟ اللہ اور رسُول کے احکامات سے روگردانی کرنے میں یہ حضرات تو عوام الناس سے بھی چار قدم آگے ہی نظر آ رہے ہیں، کیا خوفِ خدا اور خطرۂ روزِ جزا کا اِن کے دلوں میں کوئی تصوّر موجود ہے ؟

وہ سوچتے ہی رہ جاتے ہیں کہ یہ وہی تو ہیں کہ بعض اوقات اسلامی تعلیمات کو ایسے رقت آمیز اور درد بھرے لہجے میں بیان کرتے کہ بے اختیار اِن کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے اور سامعین پر بھی رقت طاری ہو جایا کرتی تھی اور ساتھ ہی حاضرین میں سے کتنے ہی حضرات اِن کی بزرگی کے قائل ہو جاتے ہوں گے لیکن تصویر کا دُوسرا رنگ اتنا بھیانک کیوں ہے، اگر وہ ساری کارگزاری اپنی جھوٹی بزرگی کا سکہ جمانے اور دکان چمکانے کے لیے نہیں تھا تو ان کے افعال اُن جملہ کارگزاریوں کی تکذیب کیوں کر رہے ہیں ؟ عوام الناس میں سے جو اُن کے قول و فعل کا تضاد دیکھ پاتا ہے وہ زندگی بھر اُن کے قریب پھٹکنے کی جرأت نہیں کرتا۔ یوں وہ بڑی حد تک اسلام سے لاتعلق ہو جاتا ہے یا گمراہ فرقوں کے ملاء اُسے

اپنے جال میں پھنسا لیتے ہیں۔ عوام الناس کے اسلام سے لاتعلق ہونے کی وجوہات میں
سے ایک وجہ علماء کی بے راہ روی بھی ہے :۔

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبری کنند
چوں بخلوت می روند آں کارِ دیگری کنند

حضرت صوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے معاصر علمائے اہلِ سنت کا جان و دل
سے احترام کرتے اور ممتاز علمائے کرام میں سے مفتیٔ اعظم پاکستان قبلہ ابو البرکات سید احمد شاہ
(المتوفی ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء) محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد لائلپوری (المتوفی ۱۳۸۲ھ
۱۹۶۲ء) مصنفِ اعظم پاکستان مفتی احمد یار خاں گجراتی بدایونی (المتوفی ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء)
مفتی محمد امین الدین بدایونی (المتوفی ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء)، حافظ الحدیث مفتی سید جلال الدین
(المتوفی ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء)، مناظرِ اعظم مولانا محمد عمر اچھروی (المتوفی ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء)،
شیخ القرآن مولانا عبد الغفور ہزاروی (المتوفی ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا ادب
و احترام تو بہت ہی زیادہ کیا کرتے تھے۔ علماء سے آپ کا اس درجہ محبت رکھنا دراصل
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنے کے باعث تھا کیونکہ علمائے حق ہی علمِ پیمبر
کے وارث ہیں۔

تصانیف

صوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ساری عمر دینِ متین کی تبلیغ و اشاعت
میں گزاری۔ اُن کا درسِ قرآن کیسٹوں کی شکل میں محفوظ ہے۔ کیا ہی اچھا ہو
کہ پورے درس کو کیسٹوں سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کر لیا جائے اور یوں اہلِ سنت و جماعت
کو قرآن مجید کی ایک مکمل تفسیر اردو مل جائے۔ موصوف کی جو تقریریں ریکارڈ کی ہوئی ہیں اگر انہیں
بھی شائع کروا دیا جائے تو اچھی بات ہے۔ محترم صوفی صاحب نے جو کتابیں احقاقِ حق اور ابطالِ
باطل کی غرض سے لکھیں اور شائع کروائیں انہیں اکثر مفت ہی تقسیم کیا کرتے تھے۔ چند رسائل کے نام
حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) تنویر الخواطر بتحقیق الحاضر والناظر۔
(۲) تحسین الخواطر (مولوی محمد سرفراز گکھڑوی صاحب کا رد۔)

(۳) الصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر الانام۔
(۴) بھیڑ نما بھیڑیئے (بعض گمراہ گروں کی نشاندہی)۔
(۵) اُمتِ وہابیہ کی بدحواسی۔
(۶) دستور جماعت اسلامی کا تنقیدی جائزہ۔
(۷) دینِ اسلام کے خدوخال۔
(۸) کتاب الولایت (وہابیوں کے ایک سوال کا مدلّل جواب)
(۹) تنبیہ الاغبیاء فی کمالاتِ اولیاء۔
(۱۰) نبی الانبیاء چودھویں صدی کے ایک سیاسی لیڈر کی نظر میں۔
(۱۱) اسلام کے بدترین دُشمن۔
(۱۲) حدیثِ مجدد اور مودودی صاحب۔
(۱۳) سوادِ اعظم اور ابنِ سبیل کی۔
(۱۴) علمائے اہل سنت کی نظر میں یزید۔
(۱۵) مروجہ حسنات (گجراتی مولوی عنایت اللہ صاحب کی کتاب شجرۂ بدعات کا رد)
(۱۶) الرّد علی الغبی فی ظہور الامام المہدی۔
(۱۷) رفع الاشتباہ عن قول نظام الدین اولیاء۔
(۱۸) ایقاظ الافہام (ادارہ توضیح العلوم والعرفان کی ایک کتاب کا رد)
(۱۹) القول السدید فی لبس الصفر والرصاص والحدید۔
(۲۰) کاشف کید الثعلب فی ایمان ابی طالب۔

آخری کرامت

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ صوفی اللہ دتا رحمۃ اللہ علیہ دینِ برحق کے علمبردار، حق وصداقت کے پاسبان اور سچے عاشقِ رسُول تھے۔ ان خوبیوں ہی کا کرشمہ ہے کہ جب ۲۵ ر رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۵ ر جون ۱۹۸۵ء کو وہ رحمتِ خداوندی کی آغوش میں گئے، تو خدائے ذوالمنن نے اُن کے جنازے میں اتنے افراد کو جمع کر دیا تھا کہ داتا کی نگری میں شاید ہی کسی بڑے سے بڑے فرد کے جنازے میں اتنے مسلمان

نے شمولیت کی ہو، پروردگارِ عالم انہیں کروٹ کروٹ جنّت نصیب کرے، اُن کے درجے بلند فرمائے اور ہمیں اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے، اٰمین یا اِلٰہَ العٰلَمِینَ بِجاہِ سَیِّدِ المُرسَلِینَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحبِہٖ اَجمَعِینَ ۝

گدائے درِ اولیاء : عبد الحکیم خاں اختر

مجدّدی مظہری شاہجہان پوری

لاہور

۱۵ ر ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ

مطابق ۳۰ ر جون ۱۹۸۸ء۔

فہرست

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ؕ

ناظرینِ کرام :۔ آپ کو اکثر و بیشتر ایسے انسان ملتے ہوں گے یا ملیں گے جنہوں نے دوسروں کو خوفِ خدا دلانا اپنی عادت بنا رکھا ہے۔ بذاتِ خود اللہ کا خوف ان کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔

اس کے ساتھ ہی ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں۔ جو دوسرے لوگوں کو اس بات کا یقین دلانا اپنا فرض عین سمجھتے ہیں کہ اللہ کا خوف جس قدر میرے اندر ہے شاید ہی کسی دوسرے میں ہو سکے۔

لیکن عزیزانِ گرامی ! زبانی دعوےٰ جو دلائل سے خالی ہو۔ بالکل بیکار اور مردود ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کے خوف کا دعویٰ اُسی وقت درست ہو سکتا ہے، جبکہ اس کے لوازمات بھی انسان میں پائے جاتے ہوں۔ ورنہ زبانی دعویٰ تو ابلیس مردود کا بھی یہی ہے کہ

اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ترجمہ :۔ بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں، جو تمام جہانوں کے پالنے والا ہے[1]

اب ہر انسان یہ سوچ سکتا ہے۔ کہ ابلیس کو اس دعوے کا کیا فائدہ ؟

ہاں خوفِ خدا کا فائدہ تو جب ہے کہ انسان خود بھی اللہ تعالےٰ کی نافرمانی سے بچے۔ اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کرے۔ بصورتِ دیگر یہ ابلیسی خوف اسے جہنم میں لے جائے گا۔

عالمِ کائنات کے سردار صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ۔

اِنِّیْ اَخْشَاكُمْ وَ اَتْقَاكُمْ[2] **ترجمہ** :۔ میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں۔ اور سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں۔

معلوم ہوا کہ ڈر وہی سود مند ہے جس کے ساتھ پرہیز گاری ہو۔ اس مختصر تمہید کے بعد ہر شخص فیصلہ کر سکتا ہے کہ **مملکت اسلامیہ کا سربراہ کیسا ہونا چاہیئے۔**

اس بات کا ہمیں یقین ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم جیسا مومن اور متقی سربراہ ہمیں

---

[1] :۔ سورۃ المائدۃ آیت ۲۸ ۔

[2] :

نصیب نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ ہم ملک ایسے لوگوں کے حوالے کر دیں، جو سرے سے اسلام کی ہی اہانت کرنے والے ہوں۔

آج ہر شخص دینِ اسلام کا معنیٰ اور مفہوم اپنی نفسانی خواہش کے مطابق تراشے ہوئے ہے۔ اور اسی من گھڑت اسلام کے نفاذ کی کوشش میں ہے۔ لیکن جو ذاتِ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم اس پاکیزہ دین کو لانے والی ہے۔ اسے ہم نے اس طرح پسِ پُشت ڈالا ہوا ہے۔ گویا کہ ہمارا اُن کے ساتھ کوئی دُور کا بھی واسطہ نہیں۔

یہ سب کچھ اپنے جھوٹے وقار کی حفاظت کے پیشِ نظر ہے۔ لیکن اِس ملک کے باشندوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ کہ جو بھی اپنے وقار کی حفاظت کے پیشِ نظر اللہ تعالےٰ اور اس کے پیارے رسُول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے نیاز ہوا۔ اسے سوائے ذلت اور رسوائی کے کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے عام اِنسانیت کو یہ سبق دیا ہے۔

فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ۔ [۱]

اے انسان! دیکھ لے تم سے پہلوں کا انجام کیسا ہوا ہے۔

اِس آیتِ مُبارکہ میں اِشارہ ہے کہ جن لوگوں سے تمہاری رَوش ملتی جُلتی ہوگی، اُن جیسا ہی تمہارا انجام ہوگا۔

ہمارے مُلک پاکستان میں اِس بات پر رسہ کشی ہو رہی ہے کہ اس مملکتِ اِسلامیہ کی سربراہی کا کونسا گرُوہ حقدار ہے۔ ملک چونکہ جمہُوریت پر ایمان رکھتا ہے۔ اس لیے موجودہ حکومت اور رعایا اِس بات پر مُتفق ہیں۔ کہ جلد از جلد الیکشن ہونا چاہیئے۔ لیکن میرے عزیزو یہ بات خُوب یاد رکھو کہ الیکشن کرانے میں دونوں باتوں کا امکان ہے۔

اوّل :- چناؤ کسی نا اہل کا ہو جائے۔

دوم :- ممکن ہے کہ چناؤ ایسے لوگوں کا ہو جو واقعی اسلامی ملک کی سربراہی کے اہل ہوں۔

پہلی صورت (**نا اہلوں کا چناؤ**) ایسی ہے کہ اِس صُورت میں چُننے والے عوام کی آخرت کی

---

[۱] سُورۃ رُوم آیت ۴۲۔

بربادی کا سو فیصدی یقین ہے۔

اسلامی ملک کا اقتدار ایسے لوگوں کو سونپ دینا جو نااہل ہوں۔ ایک گناہِ عظیم ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے میں قرآن کریم کی نصِ قطعی کا انکار ہے، وہ نص یہ ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا۔ [له]

ترجمہ:۔ (اے ایمان والو) اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو اُن کے اہل کے حوالے کرو۔ اگر ہم ملک پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی مملکت بنانے میں ابتداً ہی اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کریں گے۔ (یعنی یہ خُداداد مُلک جو اللہ کی امانت ہے نااہل لوگوں کے حوالے کر دیں گے) تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہم اور ہمارا ملک کس طرح حقیقی مُسلمان کہلا سکتا ہے؟

اَب ہم دلائل کے ساتھ ثابت کرتے ہیں کہ:۔

اسلامی مُلک کے اِقتدار کے اہل کون لوگ ہیں؟

اللہ تعالےٰ مسجدِ حرام کے متعلق فرماتا ہے۔

وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ ۚ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ [٢]

ترجمہ:۔ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اُنہیں (مُشرکوں کو) عذاب نہ دے گا حالانکہ وہ (لوگوں کو) روکتے ہیں، مسجدِ حرام سے حالانکہ وہ اس کی تولیت کے اہل نہیں۔ مسجدِ حرام کے متولی سوائے پرہیزگاروں کے اور کوئی نہیں۔

طرزِ استدلال یوں ہے کہ جب مُسلمانوں کے ایک عبادت خانے کے والی صرف مُتقی لوگ ہی ہو سکتے ہیں، کوئی دوسرا اس کا مجاز نہیں تو پورے اسلامی ملک کے وُلاۃ (سرپرست) بدعقیدہ لوگ کیسے ہو سکتے ہیں؟

له :۔ سورۃ نساء آیت ۵۸۔ ٢ :۔ الانفال آیت نمبر ۳۴۔

مذکورہ بالا آیت میں مُشرکوں کو اِسلامی عبادت خانہ کی تولیت کے نا اہل قرار دیا ہے۔ اور مُتقین کی اہلیت ثابت کی گئی ہے۔ اور یہ ایک عام فہم سی بات ہے کہ قرآن کریم میں جب شرک کے مقابلے میں تقوے کا ذکر ہو تو اس تقوے سے اسلام کے منافی عقائد سے بچنا مُراد ہوتا ہے۔ اس لیے مُتقون سے صحیح العقیدہ لوگ مُراد ہیں۔ لہٰذا جو لوگ اسلامی عقائد کے حامل نہیں، ان کو اسلامی ملک کا اِقتدار سونپنا اسلام کے سراسر منافی ہے۔

بانئِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مُبارک سے دینِ اسلام کی وضاحت

عَنْ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّیْنُ نَصِیْحَۃٌ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِہِمْ۔[1]

ترجمہ: حضرت تمیم داری روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین نصیحت اور خیر خواہی ہے۔ ہم نے عرض کیا کس کی خیر خواہی، فرمایا اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کے ائمہ کی اور عامۃ المسلمین کی۔

شارح بخاری و مسلم شریف شیخ الاسلام محی الدین نووی المتوفی ۶۷۶ھ فرماتے ہیں۔

اِمام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث مبارکہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ھٰذَا حَدِیْثٌ عَظِیْمُ الشَّانِ وَعَلَیْہِ مَدَارُ الْاِسْلَامِ

ترجمہ: یہ حدیث عظیم الشان ہے اور اسی پر اسلام کا مدار ہے۔[2]

پھر اس عظیم الشان حدیث مبارک کی شرح میں فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جَلّ جلالہٗ کی خیر خواہی

---

[1]: مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۵۴۔ [2]: شرح نووی مع مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۵۴۔

اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی یہ ہے کہ "انسان اُس پر ایمان لائے، اُس کو شریکوں سے بلند و برتر جانے اُس کی صفات کے متعلق ملحدوں کا طریقہ اختیار نہ کرے۔ اُس کو تمام صفات کمال و جمال سے متصف یقین کرے، اس کو تمام نقائص سے پاک سمجھے۔ اس کی اطاعت کرے اور نافرمانی سے بچے، محبت اور بغض اسی کی خوشنودی کے لیے ہو، اس کے فرماں برداروں سے محبت اور نافرمانوں سے عداوت رکھے۔ اس کا انکار کرنے والوں سے جہاد کرے، اس کی نعمتوں کا اعتراف اور اُن کا شکر ادا کرے، تمام امور میں نیت خالصتاً للہ ہو، اور اِن تمام باتوں کی طرف دوسروں کو بھی دعوت دے۔" [1]

کتاب اللہ (قرآنِ پاک) کی خیر خواہی

کتاب اللہ کی خیر خواہی یہ ہے کہ "قرآن کریم کو منزّل من اللہ اور اسی کا کلام یقین کرے، مخلوق میں سے کسی کے کلام کو اس کے برابر نہ سمجھے، یہ بھی یقین کرے کہ تمام مخلوق قرآن کی مانند کلام کرنے سے عاجز ہے، اس کی تلاوت کے وقت اس کی عظمت کو پیشِ نظر رکھ کر ایک ایک حرف کی تلاوت کا پورا پورا حق ادا کرے، اس میں تحریف اور طعنہ کرنے والوں کو منہ توڑ جواب دے، جو کچھ بھی اس میں مذکور ہے اس کی تصدیق کرے، اس کے تمام احکام پر سختی سے پابند رہے۔" [2]

رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی خیر خواہی

اللہ تعالیٰ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم کی خیر خواہی یہ ہے کہ "آپ کی رسالت اور جو کچھ آپ لے کے آئے ہیں، سب پر ایمان رکھے، اور آپ کے امر اور نہی کی اطاعت کرے، آپ کی

[1]: شرح مسلم شریف مع صحیح مسلم شریف جلد ا ص۵۱۔ [2]: ایضاً

حیاتِ ظاہرہ میں اور بعد وفات بھی آپ کا مددگار رہے۔ آپ سے محبت رکھنے والوں سے محبت اور آپ کے دشمنوں سے دشمنی رکھے۔ آپ کے حق اور وقار کو عظمت کی نگاہ سے دیکھے۔ آپ کے طریقہ کو زندہ اور آپ کی شریعت کو دنیا میں پھیلانے کی کوشش کرے۔ آپ کی احادیث کی عظمت اور جلالت کو ہر وقت پیشِ نظر رکھے۔ قرأت حدیث کے وقت باادب رہے اور بغیر علم کے احادیث میں گفتگو نہ کرے۔ اور جن لوگوں کو احادیث سے تعلق خدمت حاصل ہے اُن (یعنی محدثین کرام) کی تعظیم کرے۔ آپ کے اخلاق و آداب کو اپنائے۔ آپ کے اہل بیت اور اصحاب سے محبت رکھے۔ مبتدع اور صحابہ کے دشمن لوگوں سے کلیۃً علیحدہ رہے[1]

بدعتی کی تعریف

المبتدع من اعتقد شیئًا مما یخالف اھل السنۃ

ترجمہ :۔ بدعتی وہ ہے جس کا کوئی عقیدہ اہلِ سنت کے خلاف ہو[2]

ائمہ اسلام کی خیر خواہی

اہلِ اسلام کے ائمہ کی خیر خواہی یہ ہے کہ حق باتوں میں ان سے تعاون کیا جائے۔ اور ان کے فرمانوں کی اطاعت کی جائے۔ اگر مسلمانوں کے متعلق ان سے کوئی غفلت ہو جائے تو ان کے احترام کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ان کو متنبہ کرے۔ ان کی مخالفت سے باز رہے۔ لوگوں کے دلوں کو ان کی اطاعت کی طرف مائل کرے ان ائمہ میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو علمائے دین (یعنی فقہائے کرام ہیں) ان کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کی مرویات کو قبول کرے۔ احکام میں ان کی تقلید کرے۔ ان سے ہمیشہ حسنِ ظن رکھے[3]

---

[1] :۔ شرح مسلم شریف مع صحیح مسلم شریف جلد ۱ ص ۵۱ ۔ [2] :۔ فتح الباری جزء ثالث ص ۳۸۸ ۔

عام مسلمانوں کی خیر خواہی

عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان باتوں کی طرف ان کی رہنمائی کرے جن میں اُن کا دُنیا اور آخرت کا نفع ہو۔ ان کو تکلیف دینے سے بچے۔ دینی اور دنیاوی باتیں جن کا اُن کو علم نہ ہو اُن کی انہیں تعلیم دے۔ قول و فعل سے اُن کی اعانت کرے اُن کے عیوب پر پردہ ڈالے (یعنی رسوا کرنے کی کوشش نہ کرے) اُن کے لیے نفع کا اہتمام کرے۔ اور نقصان سے محفوظ رکھے۔ اُن کو اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہے۔ لیکن اس بات میں نرمی اور خلوص سے کام لے۔ ان کے بڑوں کی توقیر کرے اور چھوٹوں پر رحم، مواعظِ حسنہ سے ان کو خدا کا خوف دلاتا رہے۔ جو بات اپنے واسطے بہتر سمجھتا ہو۔ ان کے لیے بھی بہتر سمجھے۔ جو اپنے حق میں بُری سمجھتا ہے۔ اسے ان کو حق میں بھی بُری سمجھے ملخصاً[1]

مندرجہ بالا باتیں اُس اجمال کی تفصیل ہیں جو بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام کی تعریف میں فرمایا ہے۔

یہ ہی صحیح اور سچا اِسلام ہے اور اِس پر ہی عمل پیرا ہونے والے لوگ دنیا اور آخرت میں فلاح پانے والے ہیں۔

یوں سمجھنا چاہیئے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دینِ اسلام کو پانچ حصوں میں تقسیم فرمایا ہے۔

اوّل: اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی **دوم**:۔ قرآن مجید کی خیر خواہی۔ **سوم**: رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی۔ **چہارم**:۔ ائمہ اِسلام کی خیر خواہی **پنجم**:۔ عامۃ المسلمین کی خیر خواہی۔ جس کی تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں۔

---

[1]:۔ شرح مسلم شریف مع صحیح مسلم شریف جلد ۱، ص ۵۱

عظمت خداوندی کیخلاف عقیدہ اور نظریہ رکھنے والے

محمود حسن دیوبندی کا عقیدہ

اللہ سبحانہٗ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے بلکہ تمام برائیاں جو انسان کی قدرت میں ہیں اللہ تعالیٰ بھی اُن پر قادر ہے۔[1]

وحید الزماں غیر مقلد کا عقیدہ

اللہ تعالیٰ ظالم بھی ہو سکتا ہے۔[2]

اسماعیل دہلوی کا عقیدہ

اللہ تعالیٰ ہر وقت عالم الغیب نہیں۔ بلکہ جب چاہتا ہے۔ غیب کی بات دریافت کرتا ہے۔[3]

ایسی ہی اور باتیں جن سے اللہ تعالیٰ بلند و برتر ہے۔ اگر اِن نظریات کے حاملوں کی زبان کو لگام نہ دی جائے۔ اور اِن کی تحریروں کی تردید نہ کی جائے تو اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی ختم ہو جاتی ہے۔ بلکہ یوں سمجھ لینا چاہیئے۔ ایک حصہ اسلام کا ہم سے رخصت ہوا۔

قرآن مجید میں تحریفِ معنوی کرنیوالے

---

[1]: الجہد المقل ص۴۱ ۔ مصنفہ محمود الحسن دیوبندی [2] کنز الحقائق ص۴ وحید الزماں غیر مقلد۔
[3] تقویۃ الایمان ص۱۶ اسماعیل دہلوی۔

قرآنِ مجید میں تحریفِ معنوی کرنا اور آیاتِ قرآنیہ کو غیر محل پر چسپاں کرنا مثلاً مشرکین اور بتوں والی آیات کو انبیاء اولیاء اور مومنین پر چسپاں کرنا جیسا کہ مودودی صاحب نے تفہیم القرآن اور مولوی غلام خاں راولپنڈی والے نے اپنی تفسیر جواہر القرآن میں کیا ہے۔ وعظوں اور تقریروں میں ایسا کرنا تو جمعیت علمائے اسلام کے بعض افراد کا مستقل شیوہ ہے اور بعض مصلحتاً بھیگی بلی بن کر خاموش رہتے ہیں۔

مودودی صاحب بانیِ جماعتِ اسلامی نے تو بسم اللہ ہی غلط کر دی

مودودی صاحب نے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تشریح میں ہی کمال کر دکھایا ہے لکھتے ہیں کہ درازئ قد کے ذکر میں جب لمبا کہنے سے تسلی نہیں ہوتی۔ تو اس کے بعد تڑنگا بھی کہتے ہیں[1] گویا کہ جس طرح ہم ایک بامعنی لفظ (لمبا) بولنے کے بعد ایک لغو لفظ (تڑنگا) کہتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے رحمٰن کے بعد رحیم کہا ہے۔ سبحان اللہ جب بسم اللہ شریف ہی کی یہ گت بنائی ہے۔ باقی سارے قرآن کے متعلق ناظرین خود فیصلہ کر لیں۔

سو جناب اگر ایسے لوگوں پر گرفت نہ کی جائے تو قرآنِ کریم کی خیر خواہی ختم اور اسلام کا دوسرا حصہ بھی رخصت ہوا۔

عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے دلوں سے نکالنے والے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ اور آپ کی عظمت کو لوگوں کے دلوں سے نکالنے کے لیے جو لوگ دن رات برساتی مینڈکوں کی مانند ٹرّاتے رہتے ہیں کہ آپ ہمارے جیسے ہی ایک خاکی بشر تھے۔ آپ کو نوری ماننا گمراہی ہے، آپ کے لیے علم غیب ثابت کرنا شرک ہے، آپ کے لیے کسی قسم کی قدرت ماننا بھی شرک ہے۔ آپ کو پکارنے والے کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے، آپ کو حاضر و ناظر ماننا بھی شرک ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یارسول اللہ مت کہو۔ بلند

[1] تفہیم القرآن جلد ا صـ ۴۴

آواز سے صلوٰۃ وسلام مت پڑھو۔

اگر ان لوگوں کی بھی سرکوبی نہ کی جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خیرخواہی ختم ہو جاتی ہے گویا کہ اسلام کا تیسرا حصہ بھی ہم سے رخصت ہو گیا۔

ائمہ اسلام کے دشمن رافضی اور خارجی ہیں۔

ائمہ اسلام میں خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ، اہل بیت اطہار، ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ، امام مالک امام شافعی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم ائمہ طریقت یعنی اولیا اللہ بھی شامل ہیں۔

ان ائمہ اسلام کے دشمن بھی موجود ہیں، یعنی صحابہ کرام کے دشمن رافضی اہل بیت کے دشمن خارجی جن کا امیر یزید ہے۔ جسے وہ امیر المؤمنین یزید رضی اللہ عنہ یقین کرتے ہیں، جس کا ثبوت خارجیوں کی کتاب "رشید ابن رشید" ہے جو ضبط بھی ہو چکی ہے۔ ائمہ فقہا اور دیگر اولیاء کے دشمن غیر مقلد جو ان بزرگان دین کے حق میں طرح طرح کا زہر اُگلتے رہتے ہیں۔

غیر مقلدوں کے روحانی باپ صدیق حسن خاں کہتے ہیں

سرچشمہ سارے جھوٹے حیلوں کا اور مکروں کا اور کان تمام فریبوں اور دغا بازیوں کی علمِ رائے ہے جو مسلمانوں میں بعد پیغمبر برحق کے پھیلا ہے۔ اور مہا جال اس سب خرابیوں کا بول چال فقہا اور مقلدوں کی ہے۔ اور ساری خرابی ڈالی ہوئی ان ملاؤں کی ہے جو دامِ تقلید میں گرفتار ہیں۔ اور بدعت اور شرک کے نشہ میں سرشار"۔ [1]

بلکہ بعض (اسماعیل دہلوی) نے تو یوں کہہ دیا ہے۔

اسماعیل دہلوی کا عقیدہ

[1] :۔ ترجمانِ وہابیہ صد ۲۴

ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔[ف]
اور خود ہی تقویت الایمان کے صفحہ ۱۹ پر یہ وضاحت بھی کر دی کہ بڑوں سے مراد انبیاء اور اولیاء ہیں۔
سو اگر مسلمان اِن دریدہ دہن لوگوں کی زبان اور قلم کو نہ روکیں، تو ائمۃ المسلمین کی خیر خواہی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ گویا کہ چوتھا حصہ اسلام کا بھی رخصت ہوا۔

عامۃ المسلمین کو اِسلام دُشمن لوگوں سے بچانا

عامۃ المسلمین کو اگر مذکورہ بالا اسلام دشمن لوگوں سے نہ بچایا جائے یعنی ان کی برائیاں عوام کے سامنے تحریراً یا تقریراً بیان نہ کی جائیں، اور عوام کو ان سے نفرت نہ دلائی جائے تو عامۃ المسلمین کی خیر خواہی بھی ختم ہو گئی۔ اور اسلام کا پانچواں حصہ بھی رخصت ہو گیا۔ اب کونسا اسلام باقی رہ جائے گا۔

کِن لوگوں کو عاقبت کی فکر کرنی چاہیئے؟

اُن لوگوں کو اپنی عاقبت کا فکر کرنا چاہیئے۔ جو اللہ تعالےٰ، قرآن مجید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ائمہ کرام اور عوام کی خیر خواہی کرنے والوں کو فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کے مُرتکب قرار دیتے ہیں۔
میں کہتا ہوں کہ فرقہ وارانہ منافرت سے روکنا تو یہ ہے کہ ایک فرقہ دُوسرے فرقے کے عیوب و نقائص بیان کر کے اس کی طرف سے لوگوں کو متنفر نہ کرے، اس قول کا قائل دو باتوں

ف: تقویت الایمان صلا۔

میں سے ایک پر ضرور جزم رکھنے والا ہے۔

اوّل :۔ اس کے نزدیک تمام فرقے ہی حق پر ہیں اور درست ہیں۔ لہٰذا کسی ایک فرقہ کو دوسرے سے متنفر کرنے کا حق حاصل نہیں۔

دوم :۔ اس کے نزدیک تمام فرقے باطل ہیں۔ لہٰذا ایک باطل کو دوسرے باطل فرقہ سے نفرت دلانا صرف فتنہ اور فساد برپا کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے والے لوگ۔

ان دونوں مذکورہ بالا باتوں میں سے کسی ایک پر عقیدہ رکھنے والا یقیناً اللہ تعالےٰ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے والا ہے۔ کیونکہ

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ ج [۱]

ترجمہ :۔ روزِ حشر کچھ چہرے روشن اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔

روشن چہرے کن لوگوں کے ہونگے؟

اس آیت کے تحت ابن عمر رضی اللہ عنہما مرفوعاً اور ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مرفوعاً اور سید المفسرین خیر امت اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما موقوفاً فرماتے ہیں۔

قَالَ تَبْیَضُّ وُجُوْہُ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ وَتَسْوَدُّ وُجُوْہُ اَھْلِ الْبِدَعِ وَالضَّلَالَۃِ۔ [۲]

---

[۱] :۔ آل عمران آیت ۱۰۶

[۲] :۔ تفسیر فتح القدیر للشوکانی جلد ۱ صفحہ ۳۷۱ تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۳۹۰

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں، کہ روشن چہرے اہل سنّت وجماعت کے ہوں گے اور مُنہ کالے تمام نَو پید گمراہ فرقوں کے ہوں گے۔

اللہ تعالےٰ کے فرمان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت ہوا کہ تمام فرقے یکساں نہیں بلکہ اہل سنّت مذہبِ حق اور باقی تمام نَو پید فرقے گمراہ ہیں۔

جنتی گروہ کی پہچان

دُوسری حدیث پاک میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

تَفۡتَرِقُ اُمَّتِیۡ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبۡعِیۡنَ مِلَّةً كُلُّهُمۡ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوۡا مَنۡ هِیَ یَارَسُوۡلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیۡهِ وَاَصۡحَابِیۡ ۝

ترجمہ:۔ "میری امت تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سوائے ایک گروہ کے تمام جہنّم میں جائیں گے۔ عرض کیا گیا وہ ایک کونسا گروہ ہے فرمایا جو میرا اور میرے صحابہ کا پیروکار ہے۔[1]

مذکورہ بالا دونوں حدیثیں اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ تمام فرقوں میں سے صرف اہلسنّت ہی حق پر ہیں۔

اب مذہبی رواداری کے علمبرداروں سے سوال ہے کہ اگر اچھوں اور بُروں کی پہچان (جیسا کہ اللہ تعالےٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے کرائی ہے) کرانا فرقہ وارانہ منافرت پھیلانا ہے اور ملک و مِلت کے لیے بدخواہی ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اور رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا پاکستان کے حکمران قرآن وسنت وحدیث کی اشاعت بند کردیں گے۔ یا ان آیات اور احادیثِ مُبارکہ کو اسلامی کُتب سے نکال پھینکیں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ ایسا ہرگز نہ ہوسکے گا۔

امّت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام کی امتیازی شان

[1] :۔ مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام صنہ ۳۰۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

۱:۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ [۱]

ترجمہ:۔ تم بہتر ہو سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

۲:۔ اَلْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [۲]

ترجمہ:۔ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیں اور ہر برائی سے منع کریں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ:۔

اُس اُمت کے ایمانداروں کی شان نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ہے۔

نیکوں کی پہچان کرانا امر بالمعروف میں داخل ہے۔ کیونکہ جب نیک لوگوں کی عظمت اور شان عوام کے سامنے بیان کی جائے گی۔ جبھی تو وہ نیک کاموں کی طرف مائل ہوں گے۔

نو پید گمراہ فرقوں کی پہچان کرانا نہی عن المنکر میں داخل ہے۔ جب گمراہوں کی گمراہی اور بد دینی عوام کے سامنے بیان ہو گی۔ جبھی وہ اِن سے متنفر ہو کر ان کے دامِ فریب سے بچنے کی کوشش کریں گے۔

دینِ اسلام کے بدترین دشمن

جو لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فرقہ وارانہ منافرت قرار دے رہے ہیں، وہ دراصل دینِ اسلام کے بدترین دشمن ہیں۔

پکا اور سچا مومن وہی ہے، جس کے عقائد اور اعمال دونوں قرآن و حدیث کے مطابق ہوں

---

[۱] :۔ اٰل عمران آیت ۱۱۰

[۲] :۔ سورۃ توبہ آیت ۷۱۔

اور ایسے لوگوں کا ملک ہی حقیقتاً اسلامی مملکت کہلانے کا حقدار ہے۔

جس رواداری کا ڈھنڈورا دن رات پیٹا جا رہا ہے۔ اس کا دینِ اسلام میں کہیں نام و نشان بھی نہیں اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں دو مرتبہ حکم فرمایا ہے۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ[1]

ترجمہ:۔ اے غیب کی خبریں دینے والے کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔ اُن سے سختی کے ساتھ پیش آؤ۔

جھوٹی گروہ بندی بے کار ہے

جو لوگ ایک طرف تو قرآن و سنت کے نفاذ کی رٹ لگا رہے ہیں اور دوسری طرف قرآن و سنت کی بدترین مخالفت پر تلے ہوئے ہیں، یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فرقہ وارانہ منافرت قرار دے رہے ہیں۔ ان لوگوں کو اپنی عاقبت کی فکر کرنی چاہیئے۔ بالآخر مرنا ہے۔ یہ جھوٹی گروہ بندی ہرگز کام نہ آئے گی۔

کافروں اور منافقوں سے سختی ضروریاتِ دین میں سے ہے

یاد رکھو! کافروں اور منافقوں کے ساتھ سختی ضروریاتِ دین سے ہے۔ اس کا انکار قرآن کریم کی نص قطعی کا انکار ہے۔ جو انسان کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ میں ان تمام فرقوں کو جو اہل سنت و جماعت کے مخالف ہیں دعوت دیتا ہوں کہ اگر تم لوگوں میں طاقت ہے، تو کفار و منافقین کے ساتھ جہاد اور سختی سے پیش آنے والی آیت کے حکم کو منسوخ ثابت کر دکھاؤ، یا یہ ثابت کر دکھاؤ۔ کہ اسلام میں سے منافقین کا وجود ختم ہو گیا ہے۔

---

[1]:۔ سورۃ توبہ آیت ۷۳۔

اگر ایسا نہ کر سکو تو اللہ سے ڈرو۔ دینِ اسلام کے خدوخال کو مسخ کرنے کی کوشش نہ کرو۔ اور مذہب حقہ اہلِ سنت وجماعت کو مجبور نہ کرو کہ اُسے تمہارے چہروں سے اسلامی نقاب اٹھا کر اصلی چہرے عوام کو پھر ایک بار دکھلانے پڑ جائیں،

منافقوں کی نشانیاں از رُوئے قرآن

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

اَلْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ ؎۱

ترجمہ:۔ منافق مرد اور عورتیں ان سب کی ایک ہی چال ہے بُرائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں۔

ناظرینِ کرام:۔ آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ اچھوں کی اچھائی اور بُروں کی بُرائی بیان کرنے سے روکنا نہی عن المعروف نہیں تو اور کیا ہے؟ اور ایسا کرنا کن لوگوں کی علامت بیان ہوئی ہے؟

اور پھر کمال یہ ہے کہ مقلد اور غیر مقلد ہر دو قسم کے وہابی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، اولیاء کرام صحابۂ کرام اہلِ بیت اطہار کی اہانت پر رات دن کمربستہ ہیں۔ تقریر و تحریر کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

ان لوگوں کے ایسے ایسے غلیظ سوالات راقم الحروف کے پاس آتے ہیں۔ کہ پڑھ کر کلیجہ مُنہ کو آتا ہے۔

۲۰ بروز جمعہ پانچ صفحات پر مشتمل ایک سوالنامہ مجھے بھیجا گیا۔ جس میں ۷۸/۱/

اوّل:۔ پہلے نمبر پر نورِ مجسم صلے اللہ علیہ وسلم کو خاکی انسان ثابت کرنے کیلئے ایسے دلائل نقل کیے گئے ہیں۔ جن کو اصل مسئلہ سے دُور کا بھی تعلق نہیں، اگرچہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نُورانیت پر کافی دلائل موجود ہیں، اور اس مسئلہ میں فقیر کا وہابیوں کو چیلنج ہے کہ اللہ تعالےٰ نے نورِ مجسم صلے اللہ علیہ وسلم کو سراجِ منیر فرمایا ہے، اگر یہ لوگ ثابت کردیں کہ اللہ

؎۱:۔ سورۃ توبہ آیت ۶۷۔

تعالیٰ نے کسی خاکی مخلوق کو بھی سراجِ منیر فرمایا ہے۔ تو بندہ ایک حوالہ پر ایک صد روپیہ بطورِ انعام پیش کرنے کو تیار ہے۔ سُورج سراج ہے۔ قمر منیر ہے۔ جب یہ خاکی نہیں۔ تو جو ذات سراج بھی ہے۔ اور منیر بھی وہ خاکی کیسے ؟

دوم :۔ رفع یدین کے متعلق لکھا ہے کہ :۔

"حضرت خدیجہ نے فرمایا حضور آخری دم تک رفع یدین کرتے رہے"۔

حالانکہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہجرت سے تین سال قبل دُنیا سے رُخصت ہو گئی تھیں"۔

سوم :۔ لکھا ہوا ہے کہ :۔

"ہم تو صحابۂ کرام کے مقابل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو ہی دُرست تسلیم کرتے ہیں۔ جو حضور کی بجائے کسی صحابی کی بات کو دُرست تسلیم کرے وہ ملعُون ہے"۔

چہارم :۔ لکھا ہے کہ :۔

"نبی پاک نے حکم دیا تھا کہ ایک بالشت سے زائد کی تمام قبریں ڈھا دو۔ یہاں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر مُلکِ پاکستان میں یہ وہابی مُسلط ہو جائیں۔ تو اولیائے کرام کے مقدس مزارات گرانے کی مذمُوم کوشش ضرور کریں گے ۔

پنجم :۔ لکھا ہوا ہے کہ :۔

"حضرت علی ہجویری کو گنج بخش کہنا غلط ہے۔ کیونکہ خود وہ اپنی ایک کتاب میں فرماتے ہیں :

" جاہل تمہیں گنج بخش کہتے ہیں، حالانکہ تم کسی کو جَو کا دانہ نہیں دے سکتے"۔ [۱]

مذکورہ بالا عبارت ساری کی ساری سید نا داتا گنج بخش ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کذب وافترا ہے۔ اس کا جواب تو اتنا ہی کافی ہے کہ :۔

لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ ٥ [۲]

ترجمہ :۔ جھوٹوں پر خُدا کی لعنت

---

۱ :۔ دیانت داری کا یہ عالم ہے کہ حوالہ تک نہیں دیا۔ ۲ :۔ آل عمران آیت ۶۱ ۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بقول وہابیہ حضرت خواجہ معین الدّین چشتی اجمیری جاہل ہیں۔

وہابیوں کے نزدیک سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاذ اللہ جاہل ہیں کیونکہ

"گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا"

تو آپ کا ارشاد ہے۔

یہ ہے ان لوگوں کا اسلام جو مذہب حقہ اہلِ سنّت و جماعت کو فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کا الزام دیتے ہیں۔

حضرات:۔ نتیجتہً پھر ایک بار بانیٔ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ارشاد سن لیں، آپ نے فرمایا ہے

"دینِ اسلام اللہ تعالےٰ جلّ جلالہٗ، قرآن مجید، رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آئمۃ المسلمین اور عامۃ المسلمین کی خیر خواہی کا نام ہے"۔

مذہب حقّہ اہل سنت و جماعت کے مدِّ مقابل تمام گروہ یہ رٹے لگا رہے ہیں کر:۔ اللہ تعالیٰ، قرآن مجید، رسول اللہ صلیّ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آئمہ اسلام اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی منافرت پھیلانا ہے۔

اب آپ ہی انصاف کریں کہ کون سچا ہے اور جو سچا ہے بحکمِ قرآن وہی اس قابل ہے کہ اس کی پیروی اور اطاعت کی جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ [1]

ترجمہ:۔ ایمان والو اللہ تعالےٰ سے ڈرو، اور سچوں کا ساتھ دو۔

ہم وطن عزیزانِ گرامی! آپ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا، اور اخباروں میں پڑھ

---

[1] :۔ سورۃ توبہ آیت ۱۱۹۔

لیا۔ ایک اجتماع ملتان میں ہوا دوسرا رائے ونڈ میں۔
۔ سنی حضرات سنی اجتماع میں شامل ہوئے۔ اور وہابی لوگ رائے ونڈ میں وہابیوں کے اجتماع میں جا شامل ہوئے۔[1]

کیا اب بھی کسی کو شک باقی ہے کہ سنی کون ہے، اور وہابی کون؟

اور ایک جماعت ایسی بھی ہے کہ وہ

لَاۤ اِلٰی ھٰۤؤُلَاۤءِ وَلَاۤ اِلٰی ھٰۤؤُلَاۤءِ[2]

ترجمہ:۔ نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے۔ (کنز الایمان شریف)

لہٰذا ہماری درخواست ہے کہ جب الیکشن کا وقت آئے تو سنیوں کو ہی کامیاب بنایا جائے۔ قرآن و حدیث کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی امانت سچے اور سچے لوگوں کے حوالے کی جائے۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

---

[1]: ۱۹۷۸ء میں ــــــ غزالئ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیرِ نگرانی ملتان میں سنی کانفرنس ہوئی تھی۔ جس سے خائف ہو کر وہابیہ نے اپنی تنظیموں کو ازسرِ نو منظم کیا اور بعد میں رائے ونڈ میں جلسہ کیا۔ یہ اشارہ اسی طرف ہے۔

[2]: سورۃ النساء آیت ۱۴۳۔

اِعلان

ہمارے پیش کردہ دینِ اسلام کے خدّوخال کو اگر کوئی از رُوئے قرآن وحدیث غلط ثابت کردے تو اسکو ایک ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائیگا۔ ورنہ اپنے من گھڑت اسلام کو چھوڑ کر رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اسلام کو اپناؤ۔

کیونکہ

اِسی میں آخرت کی بہتری ہے۔ حکومت کی یہ کُرسی ہمیشہ کسی کے پاس کبھی نہیں رہی۔ اور نہ ہی رہ سکتی ہے۔ اگر اور کچھ نہ ہوا تو موت تو ضرور اسکو چھین لے گی۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

مذہبِ حقہ اہلسنت کا نشان
بسم اللہ الرحمن الرحیم
یا رسول اللہ علیک الصلوٰۃ والسلام
ہدایت کا نشان محافظِ ایمان
کنزُ الایمان کنزُ الایمان
حضراتِ گرامی: کوئی مسلمان یہ نہیں چاہتا کہ وہ ایسا ترجمۂ قرآن خود پڑھے یا دوسروں کو تحفتہً دے جس میں
کلامِ الٰہی میں جگہ جگہ عیب اور نقص کو شامل کیا گیا ہو۔
خود ساختہ مفہوم و مطالب کو منشاء و مرادِ الٰہی قرار دیا گیا ہو۔
عصمتِ انبیاءؑ کے عقیدے میں ضلالت و گمراہی کی پیوند کاری کی گئی ہو۔
مسلمانوں کے دلوں سے عظمتِ صالحین ختم کرنے کے لیے بتوں والی آیات اُن پر چسپاں کی گئی ہوں۔
ترجمۂ قرآن کے ضمن میں احادیثِ مبارکہ اور چودہ سو (۱۴۰۰) سالہ معتبر اسلامی تفاسیر کو نظر انداز کر کے ذاتی رائے سے قرآن پاک کا ترجمہ کیا گیا ہو۔
بلکہ ہر صحیح العقیدہ مسلمان کے دل کی یہ تمنا ہے کہ وہ ایسا ترجمۂ قرآن خود پڑھے یا دوسروں کو تحفتہً دے۔ جو:
کنزُ الایمان شریف
تقدیسِ الٰہی کا امین ہو۔
ناموسِ رسالت کا محافظ ہو۔
عظمتِ صحابہ و اہلبیت کا نگہبان ہو
احادیثِ مبارکہ اور تفاسیرِ معتبرہ کا نچوڑ ہو
فصاحت و بلاغت کا مرقع ہو
بے ادبی و بے حرمتی سے مبرا ہو۔
لہٰذا: ایسا ترجمۂ قرآنِ مجید جو اعتقادی علمی، ادبی اور لغوی محاسن کا مرقع ہے اور جس میں ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کی شان اور انبیاء علیہم السلام کے ادب و احترام اور عزت و ناموس کو بطور خاص ملحوظ رکھا گیا ہے وہ امام اہلسنت مجدد دین و ملت اعلیٰحضرت الشاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ترجمۂ قرآن۔ کنزُ الایمان شریف ہے۔
اسلیے قرآن مجید خریدتے وقت یا دوسروں کو بتاتے وقت کنزُ الایمان شریف کا بابرکت نام ضرور یاد رکھیے۔
اِدارہ اِشاعت العلوم لاہور پاکستان